حق کا داعی، جامعہ محمدیہ کا ترجمان

صوت الحق

پندرہ روزہ

مختار احمد ندوی

ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ صورت حال ناقابل برداشت ہے

وہ ملت بڑی قابل رحم اور بڑی بدقسمت ہے، جو ایک طرف مجروح و مظلوم ہو، اور دوسری طرف ملت کے سارے وسائل اس کی چارہ سازی میں صرف ہوں، ایک طرف زخم لگے، اور دوسری طرف مرہم لاکر رکھا جائے، یہ ملت ہرگز اس مسلسل عمل جراحی اور مسلسل مرہم گری کے لیے پیدا نہیں ہوئی۔ فسادات کے سلسلہ کو ہمیشہ کے لیے بند کرنے کے لیے ملت کے حالات میں مستقل تبدیلی کی ضرورت ہے، جن سے یہ فسادات ملت کے حصار میں داخل ہوتے ہیں، یہ نا کے بیرونی سے زیادہ اندرونی ہیں، ایسی فضا اور صورت حال کے پیدا کرنے کے لیے کہ فسادات کا امکان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، احیاء و بقائے اسلام اور حفاظت مسلمین کی ٹھوس تعمیری انقلاب انگیز اور مستقل اور مسلسل تحریکوں اور اداروں کی ضرورت ہے، اور جب تک یہ تحریکیں فروغ نہیں پائیں گی، اور اتنی طاقتور اور موثر نہ بن جائیں گی کہ سپر کا کام دے سکیں، اس وقت تک یہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔

(مولانا) سید ابو الحسن علی ندوی

دعوۃ القرآن

شمس پیرزادہ

سورۃ النصر (۱)

اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے۔

جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی، اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں، تو تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ، اور اس سے مغفرت مانگو……

تشریح

نصر (مدد) سے مراد وہ نصرت ہے جس کا ظہور غلبۂ حق کی شکل میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دنیا میں ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائے گا۔

انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد (المومن - ۵۱)

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے، جبکہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

اس مدد کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوتا ہے، جبکہ حق و باطل کی کشمکش آخری مرحلہ میں داخل ہو جاتی ہے، اور یہی وہ مدد ہے جس کا تعلق رسول کے ساتھیوں کو ہوتا ہے۔

متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب (البقرہ - ۲۱۴)

کب آئے گی اللہ کی مدد؟ یقین جانو، اللہ کی مدد قریب ہے۔

اور اس مدد کو سورۂ فتح میں نصراً عزیزاً (زبردست نصرت) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے، جو ایک فیصلہ کن فتح تھی، اور جس کے بعد مشرکین کا زور ٹوٹ گیا، اور عرب میں اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا، اور قبائل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح جس دین کے لیے قریش اکیس سال تک رکاوٹیں پیدا کرتے رہے، وہ دو ہی سال کے اندر عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ اس سرزمین پر کوئی مشرک باقی نہ رہا۔ گویا فتح مکہ اس زبردست انقلاب کی تمہید تھی۔

"تو تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ" یعنی غلبۂ دین اور لوگوں کے قبول اسلام کا یہ روح پرور منظر جو آپ نے دیکھا نصرت الٰہی کا نتیجہ ہے، اس لیے اس فضل کے حاصل ہو جانے پر آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور چونکہ آپ کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا ہے، اس لیے آپ کو خدا کی حمد و تسبیح میں زیادہ مشغول ہو جانا چاہیے۔

اس سے یہ اہم حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کا اصل نصب العین خدا کو پانا ہے۔ اور اسی کے لیے اسے اپنی آخری سانس تک سعی و عمل کرنا ہے، غلبۂ دین کی جدوجہد کے مرحلہ میں بھی اور اس کی تکمیل کے بعد بھی۔

"اور اس سے مغفرت مانگو" یعنی تمہیں خدا سے یہ دعا کرنا چاہیے کہ اس خدمت کو انجام دینے میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں جو بھول چوک ہوئی ہو اسے معاف فرمائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت دے کر اہل ایمان کی رہنمائی اس بات کی طرف کی گئی ہے کہ وہ کسی بھی خدمت کے انجام پانے یا کسی فتح و کامرانی کے حاصل ہو جانے پر دنیادار لوگوں کی طرح اترانے اور فخر کرنے کے بجائے اسے اللہ کے فضل اور اس کی توفیق کا نتیجہ سمجھیں، اور اس کی حمد و تسبیح کریں کہ تعریف کا مستحق وہی ہے۔ نیز اس احساس کے ساتھ کہ معلوم نہیں اس خدمت کے انجام دینے میں کیا کیا کوتاہیاں ہوئی ہوں گی، اپنے رب سے نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوں۔ ایسے موقع پر اہل ایمان کا رویہ یہی ہونا چاہیے، اور انھیں ان طور طریقوں سے احتراز کرنا چاہیے جو ان کے اندر احساس بندگی کے بجائے احساس برتری پیدا کرنے والے ہوں۔

محمدیہ طبیہ کالج منصورہ میں امتحان

بی یو ایم ایس کورس مہاراشٹر کے مطابق محمدیہ طبیہ کالج منصورہ مالیگاؤں میں پہلی طب کا امتحان ۱۹ نومبر سے شروع ہوا اور ۲۵ نومبر کو ختم ہوا۔ یہ امتحان مہاراشٹر کونسل آف انڈین میڈیسن کے زیر نگرانی ہوا ہے۔

جواہر الحدیث

شمس پیرزادہ

حشر کس طرح ہوگا؟

حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن حشر اس حال میں ہوگا کہ لوگ ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون ہوں گے۔ حضرت عائشہ نے (تعجب سے) پوچھا اس صورت میں تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ فرمایا قیامت کی ہولناکی اتنی شدید ہوگی کہ آدمی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش نہیں ہوگا!"

(بخاری، کتاب الرقاق)

تشریح

قیامت کے دن انسان کو جو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اس کے بارے میں قرآن میں ہے۔

کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین

"جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ اور یہ کام ہم کر کے رہیں گے۔" (انبیاء - ۱۰۴)

اور حدیث یہ صراحت کرتی ہے کہ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں پیدا ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح انسان قیامت کے دن اپنی اصلی ہیئت میں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ اس روز قیامت کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی نجات کی فکر لگی ہوگی، اور کسی کو یہ ہوش نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے کی طرف توجہ کرے۔

حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ انسان کی یہ دوبارہ پیدائش انسان ہی کی شکل میں ہوگی۔ بالفاظ دیگر اسلام کا یہ تصور حشر پونر جنم (Re-Birth) کے تصور سے بالکل مختلف ہے اور اس کو باطل قرار دیتا ہے۔ کیونکہ پونر جنم کا تصور یہ ہے کہ انسان جانور، درخت وغیرہ کی شکل میں جنم پر جنم لے۔

میدان حشر

حدیث

حضرت سہل بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو سفید سرخی مائل زمین پر جمع کیا جائے گا جو میدے کی روٹی کی ٹکیہ کی طرح ہوگی۔ اس میں کسی کے مکان وغیرہ کا کوئی نشان نہ ہوگا

(بخاری، کتاب الرقاق)

تشریح

قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن حشر اسی زمین پر ہوگا، البتہ اس میں عظیم تبدیلیاں رونما ہو چکی ہوں گی۔ مذکورہ بالا حدیث میں میدان حشر کی زمین کی یہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اس کا رنگ سفید سرخی مائل ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ قیامت کے دن زمین کی شکل گول ہوگی جیسے روٹی کی ٹکیہ۔ اور تیسری بات یہ کہ زمین ہموار میدان کی شکل میں ہوگی۔ مکانوں وغیرہ کا نشان تک باقی نہ رہے گا۔

صفحہ ۸ کا بقیہ

ورثا ہیں، اور سوالات کا انداز حد درجہ گھناؤنا اور سخت ہے لیکن فاضل مصنف نے جواب میں کہیں گرم گفتاری اور تیزی و تندی سے کام نہیں لیا ہے۔ نہ کوئی مشائخ اور سعید کی کے خلاف کوئی جملہ ان کے قلم سے نکلا ہے، نمونے کے طور پر کتاب کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو مسلمانوں کی گروہ بندی سے کس قدر نفرت تھی، اور اتفاق و اتحاد انھیں کس قدر عزیز تھا۔

جب اہل حدیث کی طرف سے ایک تحریر شائع کی گئی، تو معترضین نے اس کو معرکہ آرائی سے تعبیر کیا۔ اس کے جواب میں مصنف لکھتے ہیں "اس میں معرکہ کیا تھا؟ ایک فساد مستطیر و جنگ گیر کی بنیاد اکھیڑنے اور مصالحت باہمی کے قائم کرانے کی رائے کا اظہار تھا جس سے اور جگہوں میں بھی آپس کا نزاع و فساد برطرف ہوا اور ملک میں امن حاصل ہو گیا۔ اہل حدیث ہمیشہ

صوت الحق مالیگاؤں
جلد ۔۔ عدد ۲ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۸۲ء شمارہ ۲۱

خوش آئند لہر

رئیس احمد سلفی

مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کے مسئلہ میں جماعت اہلحدیث شروع ہی سے بڑی غیرت مند اور حساس رہی ہے۔ اسی شدت احساس کا نتیجہ ہے کہ جماعتی سطح پر تمام ملک میں متعدد معیاری اور مثالی درسگاہیں قائم ہیں جو اسلامی ثقافت اور دینی علوم و فنون کے احیاء و فروغ اور عربی زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ ان درسگاہوں میں جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ محمدیہ مالیگاؤں اور دارالسلام عمرآباد کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔

تعلیم و تربیت سے متعلق جماعتی سطح پر ماضی میں جو حیرت انگیز اور تاریخ ساز انقلابی اقدامات عمل میں آئے ہیں وہ بجا طور پر سراہے جانے کے قابل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک افسوسناک حقیقت رہی ہے کہ ہماری مسلمان بچیاں اپنی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں جماعتی توجہات سے یکسر محروم رہی ہیں۔ چند سال پہلے ہمارے پورے ملک میں خاص طور سے شمالی حصے میں کوئی بھی ایسا قابل ذکر جماعتی ادارہ نہیں تھا جہاں مسلمان بچیوں کی دینی تعلیم کا معقول نظم رہا ہو جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان بچیاں یا تو عموماً جاہل رہتی تھیں یا عصری کالجز میں مخلوط تعلیم پاکر اپنی عفت و عصمت اور فطری شرم و حیا کے قیمتی جوہر سے ہمیشہ کے لیے دستبردار ہوجایا کرتی تھیں۔ یہ مسئلہ اس پہلو سے بھی زبردست اہمیت کا حامل تھا کہ آج کی یہی ننھی بچیاں مستقبل کی وہ مائیں بنیں گی جن کی آغوش ہمارے نونہالوں کی پہلی تربیت گاہ ہوگی جب وہ خود تعلیم و تربیت کے زیور سے عاری ہوں گی، تو ان سے اپنے بچوں کی سیرت و اخلاق کی تعمیر میں مثالی کردار ادا کرنے کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ اس پہلو سے بھی جماعت نے انگڑائی لی ہے اور اس کی خاموش و پرسکون سطح میں ایک خوش آئند لہر ابھری ہے چند سال قبل مولانا مختار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ کی مساعی سے "مدرسہ عائشہ صدیقہ" کے نام سے مالیگاؤں میں بچیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک معیاری اور مثالی درسگاہ کا قیام عمل میں آچکا ہے جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کا منفرد سلفی ادارہ ہے جہاں اعلیٰ دینی تعلیم کی شوقین طالبات نہایت ہی پرسکون ماحول میں قرآن و حدیث اور فقہ و ادب کی تعلیم پا رہی ہیں۔

اس سال مولانا محترم ہی کی زیر سرپرستی "کلیۃ فاطمۃ الزہراء" کے نام سے ایک اور معیاری درسگاہ یوپی کے مشہور صنعتی قصبہ مئوناتھ بھنجن میں معرض وجود میں آئی ہے جس کا افتتاح شوال ۱۴۰۲ھ میں محدث کبیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری حفظہ اللہ کے درس سے ہوا ہے۔ اور ایک تیسری درسگاہ "مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ" کے نام سے بنارس میں عنقریب کھلنے جا رہی ہے۔

بچیوں کی تعلیم و تربیت کے مسئلہ میں عرصہ سے جو زبردست خلا محسوس کیا جارہا تھا توقع ہے کہ یہ درسگاہیں اس خلا کو پر کریں گی اور علم و عمل کے زیور سے آراستہ ہوکر یہاں سے ایسی عالمات اور فاضلات تیار ہوں گی جو ہماری دوسری ماؤں اور بہنوں کے لیے منارۂ نور ثابت ہوں گی جن سے وہ کسب فیض کریں گی۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

سخت جان مسلمان

مولانا نصیر احمد صاحب ملی ند

تاریخ کی رسوائے زمانہ کتاب کے دل آزار باب کو ریاستی حکومت سے منسوخ کرا کے مہاراشٹر کے مسلمانوں نے اس کا ثبوت دیا ہے کہ دین اور مذہب کے بارے میں ہندوستان کا مسلمان کچھ کم حساس نہیں۔ اسلامی عقائد اور اسلامی روایات کے خلاف لب کشائی کرنے والا خواہ کوئی فرد ہو یا حکومت کیوں نہ ہو، مسلمان ایسوں کو کبھی معاف نہیں کریں گے، نہ ہی اس وقت تک چین کا سانس لیں گے جب تک کہ اس قسم کی اوچھی حرکت کرنے والوں کو ان کے کیفر کردار کو نہ پہنچا دیں۔

آزادی کے بعد سے اس ملک میں فسادات کی جو لہر چلی اور جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے ان فسادات کے ساتھ ساتھ ملک کی اکثریت اور حکومت کے کل پرزوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت نسل کشی کا وہ طریقہ اختیار کیا جو فرعون اور اس کے بعد کے ظالم حکمرانوں کو بھی نہیں سوجھا تھا۔ یہ "سلو پوائزن" (Slow poision) کا طریقہ ہے جس میں شکار کو یکبارگی نہیں، بلکہ رفتہ رفتہ موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہو۔

زہر خورانی کی یہ اسکیم انگریزوں کی دین ہے ۱۸۳۴ء میں اس زمانے کی انڈین ایجوکیشنل سوسائٹی کے صدر لارڈ میکالے نے یہ پلان بنایا تھا کہ "ہم مستقبل کے لیے ایسے افراد تیار کرنا چاہتے ہیں جو رنگ اور نسل کے اعتبار سے ہندوستانی لیکن فکر و نظر کے لحاظ سے انگریز ہوں گے" پھر وہ وقت آیا جب لارڈ میکالے کی ساختہ پرداختہ نسل تیار ہوئی اور ان ہندوستانی نژاد انگریزوں نے وہ کام کر دکھایا جو سات سمندر پار کے انگریزوں نے سو سال کے زمانہ اقتدار میں بھی نہیں کیا تھا۔

پھر جب ملک آزاد ہو کر اس کا بٹوارہ ہوا اور زمام اقتدار ملک کی اکثریت کے ہاتھ آئی تو انھوں نے انگریزوں کے دیے ہوئے اس ہتھیار کو ملک کی تمام اقلیتوں پر آزادانہ استعمال کیا، اور خاص طور پر نصابی کتابوں کے ذریعہ اپنے دیومالائی عقائد اور نظریات کو نئی نسلوں کے حلق میں اتارنا شروع کیا۔ ملک میں بسنے والی دیگر اقوام نے اس زہر ہلاہل کو یا تو محسوس نہیں کیا، یا اگر محسوس کیا تو اس کے خلاف کوئی مزاحمت نہیں کی، اور مختلف الگ الگ تہذیبیں ہندو دھرم اور ہندو تہذیب میں ضم ہو کر رہ گئیں۔

لیکن دوسری قوموں کے برعکس مسلمان جنھوں نے آٹھویں صدی عیسوی سے اس ملک کو اپنا وطن بنایا، اور تب سے آج تک اپنے تشخص اور اپنی انفرادیت کی کڑی حفاظت کی، انھوں نے سب کچھ گوارہ کیا۔ بھلے برے غرض ہر قسم کے دن گذارے، لیکن اپنے دین اور مذہب کو پامال نہیں ہونے دیا، نہ ہی اپنے پیغمبر کی عزت و ناموس سے کھیلنے کی کسی کو اجازت دی۔ انھوں نے بے غیرتی کی زندگی نہیں گذاری، نہ ہی زندہ رہنے کے لیے کسی سے زندگی کی بھیک مانگی، اس لیے حکومت اگر عقل و خرد کی زبان جانتی ہے، تو اسے دیوار کا یہ نوشتہ پڑھ لینا چاہیے کہ اسلام ایسا کوئی مذہب نہیں جس پر کوئی معمولی افتاد آئے تو فوراً اس کا رخ بدل جائے، نہ ہی مسلم قوم ان قوموں کی طرح ہیں کہ جن پر کوئی معمولی طوفان بھی آئے تو اس کی تیز روی میں بہہ کر وہ اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ اصل مذہب کی طرف لوٹنا ان کے لیے ممکن بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کے بالمقابل اسلام تنہا اس خصوصیت کا مالک ہے کہ اس پر ایک نہیں، ایسے ہزاروں طوفان آئے کہ ان میں کا ایک طوفان بھی کسی دوسرے مذہب کو فنا اور مسخ کر سکتا تھا لیکن اسلام کا ایک بال بھی ان سے بیکا نہ ہوا۔

ساتھ ہی مسلمانوں کو ایک بار پھر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ماضی اور حال میں جس طرح ان کی دل آزاری کی گئی مستقبل میں بھی شرارت پسند انتہائی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں، اس لیے ان حالات میں ان کا فرض ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ چوکس اور بیدار رہیں، اور کم از کم دینی تعلیم کے بارے میں حکومت یا اکثریت کے چشم و ابرو کے محتاج نہ رہیں۔ بلکہ اپنے بچوں کیلئے جہاں جدید تعلیم کا مناسب اور معقول بندوبست کریں، وہیں خاص طور پر دینی اور مذہبی تعلیم سے اپنے بچوں کو محروم نہ کریں، ورنہ آج اگر غیروں کی طرف سے ان کی دل آزاری کی جا رہی ہے تو وہ دن دور نہیں جب خود ان کے اپنے جگر گوشے دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر اپنے ہاتھوں اپنے ہی دین و مذہب کی بنیادوں کو مسمار کر رہے ہوں گے۔

محمد احمد متعلم
جامعہ محمدیہ منصورہ

علماء اہلحدیث، ان کی خدمات اور ان کی آزمائشیں

"حسب ذیل مقالہ طلباء "جامعہ محمدیہ منصورہ" کی انجمن "النادی المحمدی" کی ایک نشست میں پیش کیا گیا۔" (ادارہ)

"اہل حدیث" کا بنیادی مسلک تمسک بالکتاب والسنۃ (یعنی کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنا) ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں علماء اہلحدیث، اجماع اور قیاس کو پرکھتے ہیں، اگر وہ اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں تو اہل حدیث ان پر عمل کرتے ہیں، ورنہ نہیں۔ اہل حدیث کتاب و سنت کو ہر حالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں کسی امام، عالم یا پیر فقیر کی نہیں سنتے، اور یہی ایک ایسی حقیقت ہے جو ہمارے بھائیوں کو کڑوی معلوم ہوتی ہے، جس کی بنا پر انھیں "وہابی، غیر مقلد، گستاخ اور بے ادب" جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔

علماء اہلحدیث، ان کی خدمات اور ان کی تمام تر تحریکوں کا یہی مقصد رہا ہے کہ شرک، بدعت اور دین میں بے بنیاد جدت پسندی سے روکا جائے، فقہی مسائل میں گروہ بندی سے پرہیز کیا جائے، اور کتاب و سنت کو معیار قرار دے کر حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، ظاہری یا غیر ظاہری غرض ہر اس امام کے قول کو اختیار کیا جائے جو کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہو اور دوسرے کو چھوڑ دیا جائے، گویا ان کی دعوت ہمیشہ اختلاف نہیں، اتحاد، اور عصبیت یا گروہ بندی نہیں، بلکہ گروہوں کو توڑنے کی اسپرٹ رہی ہے۔

ماضی کی تاریخ کا سرسری جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ علماء اہلحدیث کی علماء سوء اور اہل شرک و بدعت سے ہمیشہ معرکہ آرائی رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں فریق مخالف نے علماء اہلحدیث کو زیر کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ان کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح کی تہمتیں تراشیں اور ایسے ایسے مظالم ان پر ڈھائے ہیں، جنھیں بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے!

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا! اس زمانے کے عوام و خواص نے آپ کو بھی نہیں بخشا۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جو کتاب و سنت کے سخت پابند اور وقت کے مجدد تھے، آپ کو جو ایذائیں دی گئیں، اور جو مظالم ان پر ڈھائے گئے اس کا اندازہ مولانا موصوف کے مکتوبات اور ان کے سرسری مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو شہادت کے باوجود جس طرح بدنام کیا گیا، آپ کی عزت و ناموس کو داغدار کیا گیا اور پس از مرگ آپ کے خلاف جس طرح منافرت پھیلائی گئی کتابوں اور رسالوں سے ان کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ پر مصائب کے جو پہاڑ توڑے گئے ان کا تذکرہ آج بھی دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی صاحب کی افغانستان سے جلاوطنی، حضرت میاں صاحب کی کم عمری میں گرفتاری اور شیر پنجاب سردار جماعت حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (رحمۃ اللہ علیہم) پر بدعقیدوں کے ذریعہ قاتلانہ حملہ، یہ سب ہمارے اس بیان کے لیے کافی ہیں۔

مگر الحمد للہ مسلک اہل حدیث کی برکت ان کے علماء عظام کی غیر معمولی مخلصانہ حرکت، جوش عمل اور دور جذبۂ تبلیغ کا نتیجہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ۵۰، ۶۰ سال قبل اولیاء اللہ کی قبروں پر شرک اور بدعت کرنے والوں کے جو جمگھٹے لگتے تھے، ان میں بڑی حد تک کمی آ گئی ہے۔ غیر اللہ سے مدد مانگنے اور قبر میں جانے والوں سے روزی، نوکری اور اولاد طلب کرنے کے عقیدوں میں تبدیلی آتی جا رہی ہے جن خانقاہوں میں شرک و بدعات کی تعلیم و تلقین نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی، آج بہتیری ایسی خانقاہیں

بقیہ صفحہ ۲ پر

رسائل و مسائل

مرتبہ: ابو اسامہ

سوال: ہم باشندگان شولاپور برسوں سے شعبان کی پندرھویں رات میں جلسۂ عام منعقد کر کے اس ماہ کی مروجہ بدعات کی مذمت بیان کرتے ہیں، لیکن جماعت کے بعض افراد اس اجتماع کو "بدعت" قرار دیتے ہیں، اور اس طرح دونوں طرف کے لوگ اپنی اپنی بات پر مصر ہیں، اندیشہ ہے کہ تفرقہ بندی کی صورت شدت اختیار کر جائے، نیز ہماری جماعت کی تقریباً ۵۰ مساجد میں ہم لوگ تمام مصلیان مساجد، رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں باری باری ایک ایک مسجد میں مجالس وعظ و نصیحت منعقد کرتے ہیں، اسے بھی بعض حضرات "بدعت" کہتے ہیں! آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہم کیا صورت اختیار کریں کہ جماعت گمراہی سے بچ جائے؟

(ایک خریدار اخبار نمبر ۲۰۶)

جواب: آپ نے خود اپنی تحریر میں ماہ شعبان کی مروجہ رسوم کو خلاف سنت کہہ کے ان کو بدعت کہہ دیا ہے، اس لیے اب ضرورت تو نہیں کہ ان کو بدعت ثابت کرنے کے لیے میں بھی کچھ تحریر کروں، لیکن اظہار مدعا سے پہلے فضائل ماہ شعبان سے متعلق روایات کا ایک سرسری جائزہ مناسب ہوگا۔

جہاں تک تعلق ماہ شعبان کی فضیلت کا تعلق ہے، تو ایسی صحیح یا حسن روایتیں موجود ہیں، جن سے اس ماہ میں کثرت صیام کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً ترمذی میں ام سلمہ اور حضرت انس کی روایتیں، ابوداؤد و نسائی میں حضرت اسامہ کی روایتیں (رضی اللہ عنہم) وغیرہ ان جیسی دوسری کئی روایتیں ماہ شعبان میں کثرت صیام کے استحباب پر دال ہیں۔ البتہ پندرھویں تاریخ کو دن میں روزہ اور رات میں کچھ مخصوص نمازوں سے متعلق تمام روایتیں موضوع اور ناقابل استدلال ہیں، مثلاً ابن ماجہ میں حضرت علی اور بیہقی میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایتیں، جن کو علامہ ابن حجر، ابن الجوزی اور سیوطی وغیرہم (رحمہم اللہ اجمعین) نے موضوع اور ان کے راویوں کو مجہول کہا ہے۔ لہٰذا ماہ شعبان میں کثرت صیام کے علاوہ تمام رسوم قابل مذمت ہیں۔ اور مسلم کی مذکورہ حدیث کی رو سے اسلامی غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کو مٹانے کی ہر سعی جمیل اپنائی جائے۔ لیکن اس کے لیے یہ کسی طرح ضروری نہیں کہ پندرھویں رات ہی کو مخصوص کر لیا جائے، بلکہ جمعہ کے خطبات اور صبح و شام کے درس قرآن و حدیث میں بھی آپ یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ اور اب جبکہ آپس میں انتشار و افتراق تک نوبت آ پہنچی ہے۔ اس دن کی تعیین کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ اس اجتماع کے لیے پندرھویں تاریخ مباح ہے اور جماعت کو تقسیم و تفریق سے بچانا فرض ہے۔ اور امر مباح کی تعمیل میں فرض کا ترک لازم آئے تو امر مباح کی تعمیل جائز نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں چھوڑ کر تورات کے احکام کے لیے کوہ طور پر تشریف لے جاتے ہیں، واپسی پر قوم کو شرک میں مبتلا دیکھ کر حضرت ہارون علیہ السلام سے بازپرس کرتے ہیں، تو وہ جواب میں فرماتے ہیں:

یَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي (طٰہٰ ۹۴)

اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو، میں تو اس بات سے ڈرا کہ تم یہ نہ کہو کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا، اور میری بات کا پاس نہ کیا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امت میں افتراق و انتشار کتنی بری چیز ہے، لہٰذا آپ اس اجتماع کے لیے پندرھویں تاریخ کی تعیین نہ کریں، اسی طرح آپ باری باری ایک ایک مسجد میں شب قدر منانے اور دوسری مسجدوں کو غیر آباد اور ویران کر دینے سے بھی احتراز کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئی مسجدوں میں نمازیں ادا کی جاتی تھیں، لیکن مسجد نبوی کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے سوائے جمعہ کے کبھی ان کو ویران نہیں کیا جاتا تھا۔

تعارف و تبصرہ

نام کتاب :- ابراء اہل الحدیث والقرآن
تالیف :- مولانا حافظ عبداللہ محدث غازیپوریؒ
صفحات :- ۲۰۳، آفسیٹ کی دیدہ زیب کتابت وطباعت۔
قیمت :- درج نہیں۔
پتہ :- عبداللہ سلیم ناظم نشر و اشاعت مکتبہ دار الحدیث کالیہ، راجووال ضلع ساہیوال، پاکستان۔

آج سے ایک صدی پیشتر سنہ ۱۳۰۲ھ (سنہ ۱۸۸۴ء) کا ذکر ہے کہ مجاہدین صادق پور عظیم آباد (پٹنہ، بہار) کے ایک بقیۃ السلف اور صاحب علم و فضل بزرگ حضرت مولانا عبدالرحیم صادق پوری رحمۃ اللہ علیہ جزائر انڈیمان (کالا پانی) میں بیس سال کی قید فرنگ سے رہا ہو کر صادق پور اس کڑی پابندی کے ساتھ آئے تھے، کہ وہ دو وقت روزانہ انگریزی تھانے میں اپنی حاضری لکھوائیں۔ اس پر آشوب دور میں انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ایک رسالہ "جامع الشواہد" فتوے کی صورت میں چھاپ کر [illegible] میں مفت تقسیم کیا گیا اس رسالے اور اس کی تقسیم کا خاص مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں مذہبی منافرت کی جڑیں مضبوط ہوں۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قافلہ میں شریک مجاہدین کی توہین و تذلیل کی جائے۔ انھیں وہابی (اہل حدیث) کہہ کر جبراً مسجدوں سے نکالا جائے، اور ان کا مذہبی اور سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔

اس رسالے میں گروہ اہل حدیث کی طرف ایسے عقائد اور مسائل کا انتساب کیا گیا جو تمام تر الزام تراشی، غلط بیانی اور مغالطہ پر مبنی تھے، اور پھر آخر میں ان کی بابت یہ سوالات کیے گئے تھے کہ :-

(۱) علماء اہل سنت والجماعت بتائیں کہ گروہ غیر مقلدین، اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں ؟

(۲) ان کے ساتھ بات چیت کرنا اٹھنا بیٹھنا، اور انھیں اپنی مسجدوں میں آنے دینا درست ہے یا نہیں ؟

(۳) ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟"

ان سوالات کے جوابات اس انداز سے دیے گئے تھے کہ :-

"اس ملک میں فرقۂ غیر مقلدین کی ظاہری علامت، پکار کے آمین کہنا، رفع یدین کرنا، نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے "الحمد" پڑھنا ہے اور یہ گروہ اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے بعد چند عقائد و مسائل لکھ کر نتیجہ کے طور پر یہ فتویٰ دیا گیا تھا کہ غیر مقلدوں یعنی اہل حدیث سے ملنا جلنا بات چیت کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے۔"

چونکہ اس رسالہ میں اہل حدیث کی بابت بہتان تراشی اور نفرت انگیزی سے کام لیا گیا تھا، اسی لیے اس وقت کے جید اور فاضل علماء اہلحدیث نے ان الزامات کے مفصل جوابات تحریر کیے، اور اس ایک رسالہ کے جواب میں پانچ پانچ رسالے قلمبند کیے، یہ تمام رسالے اسی دور میں سعید المطابع بنارس سے شائع ہوئے۔

پھر وہ ایک خون آشام زمانہ تھا، جب تفرقہ کی غرض سے نفرت کا یہ تخم بویا گیا، اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے گروہی عصبیت کو ہوا دی گئی، لیکن اسے کیا کہا جائے کہ آزادی کے بعد جب ملک تقسیم ہوا تو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے جہاں اس موضوع کی اور کتابیں لکھی گئیں، وہیں بالخصوص یہ بدنام زمانہ کتاب کو پاکستان میں دوبارہ شائع کیا گیا، اور تصویر کے ایک رخ کو دکھا کر بے خبر عوام کو مغالطہ میں مبتلا کیا گیا، اس لیے تصویر کے دوسرے رخ کو جو اس کا صحیح اور حقیقی رخ ہے منظر عام پر لانے کے لیے زیر نظر رسالہ دوبارہ شائع کیا گیا!

فاضل مصنف نے مذکورہ بالا ایک ایک سوال کا مفصل جواب تحریر کیا ہے اور ائمہ اور علماء احناف اور ان کی متداول کتابوں سے دلائل ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سب قطعی خلاف واقعہ اور بے سر و پا ہیں۔

کتاب کے سرسری مطالعہ سے شدت کے ساتھ یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ اگرچہ کتاب میں انتہائی گرم مباحث

بقیہ صفحہ ۲ پر

یاد رفتگاں

.... مولانا حافظ عبداللہ محدث غازیپوریؒ

ہندوستان کے مشہور قصبہ مئو میں سنہ ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے، نام عبداللہ تھا، سنہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کا خاندان غازیپور منتقل ہوا، اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا، ۱۰، ۱۲ سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

فارسی، عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا قائم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، غازیپور میں مولانا رحمت اللہ صاحبؒ سے کسب فیض کیا۔ طبیعت نہایت ذکی پائی تھی، کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لینے سے اس کے نقوش دل پر ثبت ہو جاتے تھے۔

ان دنوں جون پور کے ایک مدرسہ "امام بخش" کی بڑی شہرت تھی جس کے صدر مدرس مولانا مفتی محمد یوسف لکھنویؒ تھے، علمی تشنگی دور کرنے کے لیے آپ جون پور تشریف لے گئے، اور علوم و فنون میں مہارت تامہ یہیں سے حاصل کی۔

تکمیل حدیث کے شوق نے آپ کو شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی خدمت میں پہنچا دیا، اور علوم حدیث اور علم و تفسیر وغیرہ کی تکمیل سید صاحب سے کی۔ سید صاحب موصوف اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "یہاں بس دو عبداللہ آئے ہیں، ایک حضرت عبداللہ غزنویؒ، اور دوسرے حافظ عبداللہ غازیپوری"

آپ کی طبیعت ابتدا سے انصاف پسند اور تحقیق طلب واقع ہوئی تھی، توفیق الٰہی نے دست گیری فرمائی چنانچہ آپ نے حنفی مسلک سے کنارہ کش ہو کر مسلک اہل حدیث اختیار فرمایا، اس بارے میں حضرت حافظ صاحب موصوفؒ کا بیان ہے، "دوران تدریس مولانا لطف حسین عظیم آبادی، مولانا نعمت اللہ عظیم آبادی اور مولانا محمد سعید بنارسی جیسے کچھ طلبہ آئے جو اصول حنفیہ اور فقہ حنفی پر اعتراضات کرتے اور تحقیق کا پہلو تلاش کرتے، میں احناف کی طرف سے جواب دیتا رہا، آخر کار میں نے سوچا کہ جو بات تحقیق سے گری ہوئی ہو اس کی خواہ مخواہ تائید کرنا عقل و نقل سے بعید ہے اور احادیث نبویہ کو صرف یہ کہہ کر ٹال دینا کہ یہ شوافع کے موافق ہیں، نہایت ہی غلط طریق کار ہے۔ بنابریں آنکھیں بند کر کے ان کی تائید کرتے رہنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ اسی فکر نے مجھے تقلید سے کنارہ کش ہونے اور مسلک اہل حدیث کی جانب متوجہ ہونے پر مجبور کیا"!

فن تدریس میں آپ کو کامل مہارت حاصل تھی، ریاضی، اقلیدس، فلسفہ، منطق غرض اکثر علوم عقلیہ و نقلیہ کی گتھیاں نہایت آسانی سے سلجھا لیتے تھے، حامیان تقلید کے بے حد تنگ کرنے پر آپ نے اپنا آبائی مسکن غازیپور چھوڑ کر احباب کے اصرار پر آرہ میں سکونت اختیار کی، اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ کے صدر مدرس قرار پائے، اس درس گاہ میں آپ نے تقریباً بیس برس تک تدریسی خدمات انجام دیں اور باوجود شدید مصروفیات کے بکثرت رسائل تصنیف فرمائے۔ آپ کی چند تصنیفات یہ ہیں :-

مقدمہ مسلم (عربی)، تسہیل فرائض، رسالہ منطق، المنو، فصول اکبری (منطق)، سلم الحرث، رکعات تراویح، الکلام المنباه فی رد حفظ من منع مساجد اللہ، فتویٰ زکوٰۃ، ابراء اہل الحدیث والقرآن۔

آپ نے زندگی کے باقی ایام لکھنؤ میں بسر کیے، اور صرف ایک ہفتہ بیمار رہ کر ۲۱ صفر سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء بعد نماز عصر داعی اجل کو لبیک کہا، مولانا شیخ محمد خلف الرشید حسین محدث بیمنی نے نماز جنازہ پڑھائی، ۵۵ سال تک ضیا پاشی کرنے والا یہ آفتاب بالآخر لکھنؤ کے قبرستان میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

سنہ وفات رفت و رحمت بود
۱۳۳۷ھ

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ !

(ادارہ)

رسائل و مسائل صفحہ ۳ کا بقیہ

دینی وعظ و نصیحت اور تقریریں تو یہ مباح اور جائز ہیں، کیوں کہ یہ بھی "ذکر اللہ" کی شکلیں ہیں لیکن ان راتوں میں تقریروں پر اصرار کرنا بہتر اور فضل و تکبیر کہ یہ راتیں خدا سے مناجات، رازو

ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی

انتہا پسندی اور غلو

ترجمہ: ارشد مختار
متعلم جامعہ محمدیہ منصورہ

کتنی حقیقت کتنا فسانہ

علماء منطق کا یہ قول ہے کہ: "کسی چیز پر حکم لگانا، بالواسطہ طور پر اس کے ثبوت کا اعتراف کرنا ہے" کیونکہ جو چیز نامعلوم ہو اس پر حکم لگانا ممکن نہیں ہوتا۔ جیسے کسی ایسی چیز پر حکم نہیں لگایا جاسکتا جس کی ماہیت کی حدود میں بھی گہرا اختلاف ہو، نہ اس کی حقیقت کا تصور ممکن ہو، نہ یہ علم ہوسکے کہ آخر وہ کیا چیز ہے؟

بنا بریں ہمیں بھی جاننا چاہیے کہ دین کے اندر غلو اور انتہا پسندی کیا ہے؟ اس کی حقیقت اور اس کی نمایاں علامتیں کیا کیا ہیں؟

"تطرف" (انتہا پسندی اور غلو) کا لغوی معنی درمیان سے ہٹ کر کنارے پر جا کھڑا ہونا ہے، خاص کر یہ لفظ حسی چیزوں کے لیے بولا جاتا رہا۔ جیسے اٹھنے، بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں حدود سے بڑھ جانا، پھر رفتہ رفتہ اس کا استعمال غیر محسوس اور باطنی چیزوں میں ہونے لگا۔ جیسے دین کے اندر غلو کرنا، سوچنے اور برتاؤ کرنے میں حدود سے تجاوز کرنا وغیرہ۔

انتہا پسندی اور غلو کا انجام بالآخر ہلاکت اور خطرات میں گھر جانا ہے۔ ایسا شخص امن اور حفاظت سے کوسوں دور جا پڑتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

كانت هي الوسط المحمي فاكتنفت
بها الحوادث حتى أصبحت طرفا

وہ ایک درمیانی محفوظ صورت تھی جس کو اچانک ہی حوادث نے گرد حصار باندھا، اور ایک گوشہ میں ہو گیا۔

عقائد اور نظریات ہوں، عبادت اور بندگی کی صورتیں ہوں یا اخلاق، سلوک، لین دین یا دستور سازی کی کوئی شکل ہو، اسلام ہر چیز میں میانہ روی اور اعتدال کا داعی ہے۔ اسلام کا راستہ "صراط مستقیم" یعنی سیدھا راستہ ہے، جو دیگر مذاہب اور دنیا بھر کے فلسفوں سے جداگانہ، ممتاز اور مختلف ہے۔ یہ ان لوگوں کا راستہ نہیں، جن پر خدا کا غضب نازل ہوا، نہ ان لوگوں کا راستہ ہے جو گمراہ اور بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ ہر دو کا راستہ غلو اور انتہا پسندی سے خالی نہیں ہے۔

میانہ روی اور اعتدال پسندی اسلام کی ہمہ گیر خصوصیت ہے، یہ وہ امتیازی علامت اور بنیادی نشانی ہے جس کے ذریعہ اللہ نے دوسری قوموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ممتاز بنایا

وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس۔

(البقرہ۔ ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا جو (ہر لحاظ سے) اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ بنو۔

اسلام کی پیش کردہ ہر ہر صراحت میں اعتدال کی دعوت دی گئی ہے۔ اور انتہا پسندانہ پرہیز کی تاکید وارد ہے۔ شریعت نے انتہا پسندی کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے جیسے غلو کرنا، تنطع اور تشدد اختیار کرنا۔

ان صراحتوں اور نصوص پر بخوبی غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ اسلام غلو سے حد درجہ نفرت دلاتا ہے، اور اس سے بچنے کی سختی کے ساتھ تلقین کرتا ہے۔

مسلم ممبران پارلیمنٹ سے

میرٹھ کے مظلوم مسلمانوں کی در[illegible]

حضرات محترم! اسلام مسنون۔

آپ حضرات ملت اسلامیہ کا جو ہری عنصر ہیں۔ میرٹھ میں ۲ ستمبر ۸۲ء سے مسلمانان میرٹھ کے خلاف منصوبہ بند منظم طریقہ پر انتظامیہ اور فرقہ پرستوں کی سازش سے قتل و غارت کا جو بازار گرم رہا اس کا پہلا راؤنڈ ۲۸ ستمبر ۸۲ء کو ختم ہو گیا۔ اس دور کو کسی نہ کسی نوعیت میں "فرقہ وارانہ فساد" کہا جا سکتا ہے مگر دوسرے دور کو جس کی ابتدا یکم اکتوبر ۸۲ء کو ہوئی اسے پی اے سی اور مقامی انتظامیہ کی طرف سے منصوبہ بند طریقہ پر مسلم اقلیت کے خلاف کارروائی کے سوا اور کوئی دوسرا نام دیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس دور ثانی میں فیروز بلڈنگ، پورہ الٰہی بخش، ہیری نگر کے علاوہ پورہ ماہی گیراں کو خاص نشانہ بنایا گیا۔ یکم اکتوبر کو دن کے دو بجے سے ۹ بجے تک اے ڈی ایم (سٹی) مسٹر آر کے متل، ایس پی (سٹی) پیارے لعل، شہر کوتوال مسٹر کے سی تریاٹھی، شہر کوتوال مسٹر آر کے شرما، ایس او تھانہ لساڑی گیٹ اور ڈپٹی مجسٹریٹ لے کے باجپئی، پی اے سی اور سول پولیس کے ملازمین نے فیروز بلڈنگ، ہیری نگر اور پورہ الٰہی بخش میں گھروں میں گھس کر مسلم نوجوان اور بوڑھے، دس بارہ بارہ سال کے بچوں اور عورتوں کو نشانہ بنایا۔ آج بھی خون آلود کپڑے، رائفل کی گولیاں اور برتنوں میں بھرا ہوا خون موجود ہے جس کا تحفظ جرائم کی شہادت کے لیے ضروری ہے۔ ان لوگوں کے خلاف نامزد رپورٹیں بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک افسران متعلقہ کو بھیجی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ بلوائیوں کے خلاف بھی نامزد رپورٹیں بھیجی جا چکی ہیں۔ مگر آج تک یہ لوگ آزادانہ گھوم رہے ہیں اور خوف و دہشت کی وجہ سے متاثرہ علاقوں سے جو لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے فساد ان کی بازآبادکاری میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ میرٹھ کے فساد میں تقریباً ایک سو افراد اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

سرکاری اعداد و شمار صرف تیس افراد کے قتل کو ظاہر کرتے ہیں۔ ستر افراد کے قتل کو انتظامیہ چھپا رہا ہے جو تقریباً سب کے سب اقلیتی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں جن کے ناموں کی تفصیل ہمارے پاس محفوظ ہے اور مقامی ممبر اسمبلی آپ کو بھیج بھی چکے ہیں۔ اس فساد میں سیکڑوں مکانات اور دوکانوں کو نذر آتش کیا گیا، لوٹا گیا اور لاکھوں روپیہ کا اقلیتی فرقہ کا نقصان ہوا۔ جس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ قتل عام میں مرنے والے کے کچھ افسران کا تبادلہ کر دیا گیا ہے جو ایک فضول بات ہے۔ یہ لوگ دوسری جگہ جا کر یقینی طور پر یہ کام سب کچھ کریں گے جو یہاں کر چکے ہیں۔

آپ حضرات نے مختلف سیاسی جماعتوں سے وابستگی کے باوجود اس خالص انسانی مسئلہ پر دو مرتبہ باہمی مشورہ کے لیے ایک جگہ بیٹھ کر جس ملی حمیت اور دل سوزی کا ثبوت دیا ہے اسے تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔ میرٹھ کے تباہ حال مظلوم و یتیم بچے بیوائیں اور نان شبینہ کے محتاج غریب ملت کے افراد امید و بیم کی حالت میں آپ کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ہیں۔

خدائے کارساز آپ کو عزم صمیم اور بلند ہمتی کے ساتھ ثابت قدم رکھے۔ آمین

ملت اسلامیہ جس کی نمائندگی کا آپ کو فخر حاصل ہے بجا طور پر آپ سے یہ توقع رکھتی ہے کہ آپ حضرات کی رگوں میں پانی نہیں بلکہ گرم خون گردش کر رہا ہے اور آپ کے سینوں میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہے جو ان اندوہناک حالات سے مضطرب اور ماہی بے آب کی طرح بے قرار ہے۔ اسلامیان ہند آپ سے مودبانہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر وہ جماعتیں جن سے آپ وابستہ ہیں حسب ذیل مطالبات کی تائید کر کے حکومت سے نہ منوا سکیں تو آپ ایک خود دار مومن کی طرح ایسی جماعتوں سے مستعفی ہو کر خدا کے سامنے سرخرو ہوں، اپنا ملت کو نئی سمتوں میں رہنمائی دے کر حیات تازہ بخشیں۔

اس ضمن میں بڑودہ کے میونسپل کونسلر کا اپنی جماعت سے استعفیٰ اور ماضی میں مرکزی حکومت کے سابق منسٹر سردار سرجیت سنگھ برنالا (اکالی دل) جو ندی پانی کے تصفیہ کے سلسلہ میں ہنگلہ دیشی گئے ہوئے تھے اپنی کار گذاری، دھوری چھوڑ کر واپس آکر مستعفی ہو گئے تھے کیونکہ پولیس نے مبینہ طور پر ان کے فرقہ کے ساتھ دہلی میں کچھ زیادتیاں کی تھیں۔ آپ حضرات کے لیے یہ دو مثالیں آئندہ راہ عمل کا تعین کرنے کے لیے کافی ہیں۔

مطالبات

(۱) جن سرکاری کارندوں اور دیگر افراد کے خلاف قتل، غارت گری کی نامزد رپورٹیں ہیں، ان کو گرفتار کر کے مقدمات قائم کیے جائیں۔

(۲) ہلاک شدگان کے ورثاء کو کم از کم ایک لاکھ روپیہ اور پولیس و بلوائیوں کے تشدد کی وجہ سے معذور ہونے والے افراد اور لوٹ مار و آتش زنی کا شکار ہونے والے افراد کو معقول معاوضہ دیا جائے۔

(۳) بے گھر افراد کی بازآبادکاری اور تحفظ کا معقول انتظام کیا جائے۔ پی اے سی کی جگہ بی ایس ایف یا سی آر پی لگا کر ان کو جان و مال کے تحفظ کا یقین دلایا جائے۔

(۴) انتظامیہ، پولیس اور پی اے سی کی فورس میں آبادی کے تناسب سے اقلیتی فرقہ کے افراد کو تعینات کیا جائے۔

(۵) بے گناہ افراد کو فوری طور پر رہا کیا جائے اور جھوٹے مقدمات واپس لیے جائیں۔

(۶) قتل عام کے ثبوت میں خون آلود کپڑے، رائفل کی گولیاں، اور برتنوں میں خون اور

ذیابیطس
(شکر کی بیماری)

ذیابیطس ایک موذی مرض ہے جو نہایت ہی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ابھی تک اس موذی مرض کا کوئی زود اثر علاج دریافت نہیں کیا جا سکا ہے۔ لیکن پھر بھی اس پر انفرادی طور پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

ذیابیطس کیا ہے

ذیابیطس حقیقت میں جسم کے میکانکی عمل میں خرابی کا نتیجہ ہے۔ جسم کا وہ نظام جس سے خون میں شکر کی مقدار کو متوازن کیا جاتا ہے بگڑ جاتا ہے۔ خون کی شکر ہمارے جسم کے لیے توانائی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ یہ توانائی ہم اپنی غذا کے ذریعے حاصل کرتے ہیں جسے جسم کے اعضا کے سارے خلیات استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے جسم میں ایک چھوٹا سا عضو پسلیوں کے پنجرے کے درمیان پایا جاتا ہے جسے لبلبہ کہتے ہیں۔ یہ لبلبہ دیگر چیزوں کے علاوہ ایک ایسا مادہ بھی بناتا ہے جسے انسولین کہا جاتا ہے۔ یہ مادہ خون میں شامل ہو کر جگر میں پہنچتا ہے اور اپنے عمل کا کام کر کے توانائی پیدا کرتا ہے۔ کچھ لوگوں میں یہ مادہ جسم کی ضروریات کے مطابق نہیں بنتا ہے۔ کچھ لوگوں میں عضو کی خرابی کے باعث نہیں بنتا۔ جن لوگوں میں یہ کم بنتا ہے یا سرے سے بنتا ہی نہیں ان کا جگر فالتو شکر کا ذخیرہ نہیں کر سکتا اور گردے شکر کو پیشاب کے ذریعہ خارج کرنے لگتے ہیں۔ یہی صورت حال ذیابیطس کہلاتی ہے۔

اقسام

اس مرض کی دو قسمیں ہیں
(۱) انسولین انحصاری
(۲) انسولین غیر انحصاری۔

انسولین انحصاری:۔ یہ قسم بچوں اور جوانوں میں پائی جاتی ہے۔ ذیابیطس کے مریضوں میں پندرہ فیصد لوگ اس گروپ میں آتے ہیں۔ ایسے مریضوں کو انسولین بذریعہ انجکشن دن میں متعدد مرتبہ دیا جاتی ہے لیکن یہ اس کا علاج نہیں ہے بلکہ متوازن غذا اور ورزش یہ دونوں چیزیں مرض کو قابو میں رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

انسولین غیر انحصاری:۔ اس گروپ میں زیادہ تر عمر رسیدہ لوگ آتے ہیں۔ ایسے مریضوں کو متوازن غذا کے ساتھ گولیاں دی جاتی ہیں جو انسولین کی سپلائی کو موثر بناتی ہیں مثلاً ڈائبینیس (Diabnes) اور اوری نیس (Orinase) جو لبلبہ کو متحرک کر کے انسولین پیدا کرنے کی صلاحیت کو بڑھاتی ہے۔ اس گروپ میں جن مریضوں کا وزن زیادہ ہوتا ہے انھیں وزن کم کرنے والی غذا کھانی چاہیے۔

علامات

اس مرض کی مختصر سی علامات یہ ہیں۔
(۱) پیشاب کی زیادتی (۲) اگر پانی سے زحلق خشک ہو جائے (۳) گھٹنوں اور تمام چھوٹے بڑے جوڑوں میں بہت زیادہ درد (۴) جسم روز بروز کم ہو (۵) نگاہ گرتی جائے (۶) جسم پر اگر کوئی زخم ہو جائے تو علاج سے کوئی فائدہ نہ ہو اور زخم اپنی جگہ قائم رہے (۷) حافظہ کمزور ہو (۸) دماغ بھی کبھی فالج زدہ سا محسوس ہو۔

پرہیز:۔ میٹھی چیزیں مثلاً فروٹ، چائے اور دیگر مشروبات سے مکمل پرہیز کیجے کھانے میں احتیاط برتے۔

غذا: ذیابیطس کے مریضوں کو غذا پر خاص توجہ دینی چاہیے۔ بڑے کے گوشت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ صرف بکرے کا گوشت جو صرف چانپ، گردن اور پٹ پر مشتمل ہو خوب کھائے۔

علاج:۔ ایلوپیتھک طریقہ علاج میں انجکشن کے ذریعہ انسولین مصنوعی طور پر خون میں شامل کی جاتی ہے جس سے وقتی طور پر مریض تندرست معلوم ہونے لگتا ہے اور پھر بیمار ہو جاتا ہے۔ ہومیوپیتھک میں اگر علاج کسی کہنہ مشق اور تجربہ کار ڈاکٹر سے کرایا جائے تو جلد آرام ہو جاتا ہے۔ ہومیوپیتھی میں عام طور پر ناسفورک ایسڈ، چاٹنا، کلیکا فاس، نیٹرم فاس، نیٹرم سلف اور حسب علامات کالی میور اور سیشا استعمال کرائی جاتی ہے۔
(تلخیص از روزنامہ انقلاب)

جامعہ محمدیہ میں تعمیری سرگرمیاں

اس وقت جامعہ محمدیہ کی چار بلڈنگیں تیزی کے ساتھ تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہیں۔

۱۔ مسجد عائشہ محمد الدعیج

اس مسجد کا ہال ۹۲ × ۱۰۷ فٹ ہے۔ اس میں بیک وقت تین ہزار مردوں اور ایک ہزار مستورات کے نماز پڑھنے کی گنجائش رہے گی۔ مسجد کے کنسٹرکٹر مسٹر ایم۔ کے دیورے کی زیر نگرانی نہایت تیزی کے ساتھ تعمیر کا کام جاری ہے۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۸۲ء کو محترم مدیر الجامعہ مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ العالی، ایم۔ اے موسن آرکیٹیکٹ عنایت حسین صاحب آر۔ سی۔ سی اسپیشلسٹ اور ذکر اللہ خاں رکن مجلس تاسیسی کی موجودگی اور نگرانی میں مسجد کی چھت کا سلیب ڈالا گیا اس وقت نچلے حصہ سلیب پڑ چکا ہے۔ اور جو حصہ باقی رہ گیا ہے ان شاء اللہ عنقریب وہ بھی تمام ہو جائے گا۔

۲۔ بدر السائر اسپتال

اسپتال کی اس بلڈنگ میں بیک وقت ایک سو بیس بیڈ لگائے جا سکتے ہیں۔ اس بلڈنگ کا پہلا منزلہ تقریباً مکمل ہو چکا ہے اور دوسرا بھی نہایت تیزی کے ساتھ تکمیل کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

۳۔ عبداللہ منزل نمبر ۲

جامعہ کی یہ تیسری منزل عنقریب مکمل ہو جائے گی۔ اس کا پہلا منزلہ مکمل ہو چکا ہے اور دوسرے منزلہ کی چھت عنقریب پڑنے والی ہے۔ یہ بلڈنگ خاکسار ہی کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہی ہے

محمدیہ طبیہ کالج

جامعہ کی دوسری بلڈنگوں کی طرح یہ بلڈنگ بھی سیمنٹ کی کم یابی کے باعث رکی ہوئی تھی۔ اس وقت اس کا پہلا منزلہ مکمل ہو کر دوسرا منزلہ بھی تکمیل کے قریب ہو چکا ہے۔ ان شاء اللہ ایک ماہ کے اندر اندر یہ بلڈنگ مکمل ہو جائے گی۔

اسی سال ۱۹ر نومبر ۱۹۸۲ء کو طبیہ کالج بورڈ کا امتحان اسی بلڈنگ میں ہوا۔ بدر السائر اسپتال اور محمدیہ طبیہ کالج کی دونوں بلڈنگیں بمبئی کے مشہور کنٹریکٹر ایم۔ اے منشی کے زیر نگرانی تعمیر ہو رہی ہیں۔

نوٹ:۔ جامعہ کی زیر تعمیر تمام بلڈنگوں کی نگرانی کے لیے ۱۳ر نومبر ۱۹۸۲ء کو مالیگاؤں کے مشہور اور تجربہ کار انجینیر جناب جاوید صاحب قریشی کا تقرر عمل میں آیا۔ آپ ایک ماہر اور تجربہ کار انجینیر ہیں۔ خلیجی ممالک میں بھی کئی سالوں تک یہی کام انجام دے چکے ہیں۔

احمد انصاری۔
ڈی۔ سی۔ ای (علیگ)

علمائے اہل حدیث سے ... کا بقیہ

سونی پڑ گئی ہیں، بہت سارے عوام وخواص جو ہمارے علماء اور اسلاف کو گالیاں دیتے تھے، ان پر لعن طعن اور سب وشتم کرتے تھے آج وہ خود شرک، بدعات اور مشرکانہ عقائد سے تائب ہو کر سچے موحد اور سخت قسم کے متبع کتاب وسنت بن رہے ہیں جو لوگ تیجہ، فاتحہ، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کرتے تھے، وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ "قرآن وحدیث میں یہ چیزیں نہیں ہیں لیکن کیا کریں باپ دادا سے یہ کام کرتے آ رہے ہیں اسی لیے ہم بھی کر لیتے ہیں"۔ اور اگر علماء اہل حدیث اور ان کی مساعی اسی طرح بدستور جاری رہی تو بجا طور پر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ جاہلوں کی یہ باتیں ایک آدھ نسل کے بعد خواب و خیال سی ہو کر رہ جائیں گی، اور یہ نعرہ لگانے والے ختم ہو جائیں گے کہ:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

اور اس کے بجائے خدا نے چاہا تو ہر طرف یہ صدائیں گونجتی ہوئی سنائی دیں گی کہ

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس
زانکہ نبود جز خدا فریاد رس
غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر
کیست در دنیا از و گمراہ تر

⁂ ⁂ ⁂

Licence to Post at Concessional Rate (No. NSK-MFL) 48 - صوت الحق

حاجی عبداللہ لائبریری کلکتہ کی صدسالہ تقریب میں مدیر جامعہ محمدیہ کی شرکت

موسم حج میں حرم شریف میں درس دینے اور حجاج کرام کو حج کے مسائل و احکام سکھانے کے لیے معمول کے مطابق اس سال بھی مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ العالی (مدیر جامعہ محمدیہ) "التوعیۃ الاسلامیۃ" کی دعوت پر سعودیہ عربیہ تشریف لے گئے تھے۔ فریضہ حج کی ادائیگی اور "توعیۃ اسلامیۃ" کے پروگراموں سے فراغت پانے کے بعد آپ مورخہ ۲۰ر نومبر ۱۹۸۲ء کو واپس بمبئی پہنچے ہی تھے کہ کلکتہ سے حاجی عبداللہ لائبریری کی صد سالہ تقریب میں شرکت کا دعوت نامہ آپ کو موصول ہوا۔ کلکتہ کے زمانۂ قیام ہی سے اس لائبریری کا سے آپ کا گہرا تعلق رہا ہے۔ اسی لیے اس تقریب میں آپ کی شرکت ضروری تھی۔ چنانچہ ۵ر نومبر کو بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے کلکتہ پہنچے اور اس عظیم لائبریری کی صد سالہ تقریب میں شرکت فرمائی۔ اور "نئی نسل کی تربیت میں لائبریریاں نمایاں کردار ادا کرسکتی ہیں" کے عنوان سے آپ نے تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ یہ نئی نسل کی تربیت کا وقت ہے اور نئی نسل کی اصلاح و تربیت کا انحصار صالح اور تعمیری لٹریچر پر موقوف ہے اور یہ لائبریریوں کی ذمے داری ہے کہ وہ نوجوان نسل کے لیے ایسی علمی غذا فراہم کریں جس سے تعمیری ذہن کی تشکیل ہو۔ اسی سلسلہ میں حاجی عبداللہ لائبریری کلکتہ نے ماضی میں جو خدمات انجام دی ہیں اسے سراہتے ہوئے آپ نے اس لائبریری کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

حاجی عبداللہ لائبریری کے زیر اہتمام "اسلام اور عصر جدید" کے عنوان سے منعقد ایک سیمینار میں بھی آپ نے حصہ لیا اور نیشنل لائبریری کلکتہ اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں نوادرات اور مخطوطات کی زیارت فرمائی۔

اسی طرح آپ کی کلکتہ آمد کی مناسبت سے جمعیۃ اہلحدیث کلکتہ نے ایک اجلاس عام کا بھی اہتمام کیا تھا۔ آپ نے اس اجلاس کو بھی خطاب فرمایا آپ نے اخوان جماعت کے سامنے جامعہ محمدیہ کے طرز کا ایک ابتدائی مدرسہ ہی نگر ضلع ۲۴ پرگنہ میں قائم کرنے کی تجویز بھی رکھی جس سے حاضرین نے اتفاق فرمایا۔

انتقال پرملال

ملی اور جماعتی حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جمعیۃ اہلحدیث جنوبی ہند کی معروف و مشہور شخصیت الحاج سید عبدالرحمٰن صاحب مالک یونین فیکٹری جلپاری، مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۸۲ء شب جمعہ کو تین بجے مختصر علالت کے بعد رحلت فرماگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد نماز جمعہ آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا (اللھم اغفر لہ وارحمہ) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

عبدالغنی سلفی عمری
ناظم جامعہ محمدیہ عربیہ
رائے درگ، ضلع اننت پور

جامعہ محمدیہ منصورہ میں تعلیمی دعوتی شعبہ جات کی تشکیل نو

جامعہ محمدیہ منصورہ کے مدیر حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی نے سفر حج سے واپسی کے بعد اپنی حالیہ آمد کے موقعہ پر جامعہ کے ماتحت چلنے والے حسب ذیل شعبوں کا از سر نو جائزہ لیا، اور جامعہ کی تعلیمی سرگرمیوں اور دعوتی نظم و نسق کو زیادہ بہتر اور موثر طریقہ پر چلانے کے لیے آپ نے شعبہ جات کی از سر نو تشکیل فرمائی۔ اور نقشہ ذیل کے مطابق اساتذہ جامعہ کے درمیان ذمہ داریوں کو تقسیم فرمایا اور نائب شیخ الجامعہ مولانا نور العین صاحب سلفی کے ذمہ ان کی نگرانی سپرد فرمائی۔

۱۔ شعبہ نشر و اشاعت	:-	مولانا عبدالرقیب صاحب مدنی
۲۔ ادارہ شئون الطلاب	:-	مولانا عبدالقدوس صاحب مدنی
۳۔ شعبۂ دعوت و ارشاد	:-	مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سلفی
۴۔ شعبۂ افتاء	:-	مولانا محمد ادریس صاحب سلفی
۵۔ ادارت صوت الحق	:-	مولانا رفیق احمد صاحب سلفی، مولانا نعیم احمد صاحب مدنی
۶۔ سکریٹری آفس شیخ الجامعہ	:-	مولانا عبدالرحمٰن العمری۔

سکریٹری جامعہ محمدیہ

ندوی فضلاء کی خدمت میں ایک اہم التماس

جمعیۃ الاصلاح جو طلبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی یونین اور علمی و ثقافتی سرگرمیوں کا ایک اہم ادارہ ہے۔ محتاج تعارف نہیں۔ امسال اس کی ایک علمی نمائش کا اہتمام کیا جارہا ہے جس میں فضلائے ندوہ کی علمی و تصنیفی خدمات کا تفصیلی تعارف کرایا جائے گا۔ نیز جمعیۃ الاصلاح کی لائبریری کی تنظیم جدید کے سلسلہ میں فضلائے ندوہ کی تصانیف کا ایک الگ مستقل شعبہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اسی لیے ندوی فضلاء کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل وضاحت طلب امور کے سلسلہ میں جلد از جلد مندرجہ ذیل پتے پر جوابات عنایت فرمائیں۔

۱۔ مکمل نام (اصل نام۔ معروف نام) مع ولدیت
۲۔ مقام و تاریخ پیدائش
۳۔ ندوہ میں مدت تعلیم و سنہ فراغت
۴۔ جمعیۃ الاصلاح سے تعلق کی نوعیت۔
۵۔ علمی کارناموں کا مختصر تعارف
۶۔ موجودہ مشاغل و مصروفیات۔
۷۔ مطبوعہ تالیفات کا ایک ایک نسخہ بھی عنایت فرمائیں۔

والسلام
اسحاق حسینی ندوی ناظم جمعیۃ الاصلاح دارالعلوم
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

صدر جنتا پارٹی نے اسلام قبول کرلیا

علی گڑھ ۲۲ر نومبر، ضلع جنتا پارٹی کے صدر مسٹر جیتش سکسینہ اور ان کی اہلیہ نے دہلی کی جامع مسجد میں شاہی امام کی موجودگی میں اسلام قبول کیا۔ اس جوڑے نے علی گڑھ واسٹ ڈگری کالج کے غنڈوں سے پریشان ہوکر ہندو دھرم چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (انقلاب بمبئی)